فلاح اور خوشحال زندگی کے اصول کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍ جون ۱۹۶۸ء بمقام گھوڑا گلی۔ مری)

☆ انسان اعمال کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دے۔

☆ ربوبیت کا فیضان تمام کائنات کی جان ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے بہترین اور عظیم جلوؤں کیلئے پیدا کیا ہے۔

☆ اعمال کا نتیجہ جزا اور سزا کے دن نکلے گا۔

☆ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے بغیر اس کی رحمت، مغفرت، ابدی جنتوں اور رضا کا حصول ناممکن ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

انسان کی فلاح اور خوش حال زندگی کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل نہ ہو اس وقت تک انسان ان صفات کے فیوض سے صحیح طور پر حصہ نہیں لے سکتا اور نہ ہی اس معرفت کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن سکتا ہے جس غرض کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

گزشتہ جمعہ میں نے ان چار اُمہات الصفات میں سے جن کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ہے دو صفات کے متعلق کچھ بیان کیا تھا اختصار کے ساتھ، ایک صفت رحیمیت کے متعلق اور دوسری صفت رحمانیت کے متعلق۔

رحمیت کی صفت تقاضا کرتی ہے کہ انسان اعمال کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑے اور اس حقیقت کو پہچانے کہ تدبیر کرنا انسان کا کام ہے اور نتیجہ نکالنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس دنیا میں جو اسباب کی دنیا ہے خدا تعالیٰ کی اس صفت کے جلوے بہت سے لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتے ہیں کیونکہ اسباب کے پردے میں وہ جلوے بہت حد تک مستور ہوتے ہیں لیکن ایک مومن بندہ یہ جانتا ہے کہ انسان خواہ کتنی ہی تدبیر کیوں نہ کرے جو اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں ان کا بہترین استعمال کرے، اپنی قوتوں اور استعدادوں کو ضائع نہ ہونے دے اور ان کا صحیح استعمال کرے اور دعا بھی کرے کہ یہ بھی تدبیر ہی ہے پھر بھی دعا کو قبول کرنا اور اسباب کا وہ نتیجہ نکالنا جو یہ شخص چاہتا ہے کہ نکلے جس نے تدبیر کے ذریعے اُن اسباب کو استعمال کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے محض تدبیر کرنے سے یقینی طور پر وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو تدبیر کرنے والا چاہتا ہے نہ ساری دعائیں قبول ہوتیں ہیں۔ ہماری اس زندگی میں ہزاروں بار یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ تدبیر کو انسان اپنی انتہاء تک پہنچا دیتا ہے دعاؤں میں کوئی کمی نہیں رکھتا بظاہر لیکن

دعائیں بھی رد کر دی جاتی ہیں اور تدابیر بھی بے نتیجہ ثابت ہوتی ہیں اور انسان حیران اور پریشان ہوتا ہے کہ میں نے کیا کچھ تھا اور چاہتا کچھ تھا لیکن ہوا کچھ اور۔ اور میری خواہش کے مطابق میری تدبیر کا نتیجہ نہیں نکلا بیسیوں خطوط مجھے آتے رہتے ہیں پوری کوشش کرتے ہیں اپنی سمجھ کے مطابق لیکن جس قسم کی تجارت بھی کرتے ہیں اس میں ناکام ہو جاتے ہیں اور سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے۔

تو تدبیر کرنا انسان کے لئے ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو اسباب کی دنیا بنایا ہے اور انسان کو بہت سی قوتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں جس کے نتیجہ میں وہ تدبیر کر سکتا ہے اسی لئے وہ اس قابل ہے کہ تدبیر کرے، وہ کام کرے وہ محنت کرے وہ سوچے وہ اپنی عقل سے کام لے، وہ کامیابی کے بہترین طریقے جو ہیں ان پر چلے لیکن یہ سب کچھ کرنے کے بعد اگر وہ یہ سمجھے کہ جس طرح ایک اور ایک مل کے دو بن جاتے ہیں اسی طرح میری تدبیر اور دعا کا ضرور نتیجہ نکلے گا تو وہ غلطی پر ہوتا ہے اور اپنی دنیا میں اس ٹھوس اور مادی دنیا میں ساری تدبیروں کو بے نتیجہ ہوتے، ساری دعاؤں کو ردّ ہوتے وہ دیکھتا ہے ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں متوجہ کیا ہے کہ خدائے رحمٰن کی طرف متوجہ ہو جائیں یعنی اپنے پر ایک قسم کی موت وارد کر کے اس کے حضور جھکو (اور یہ دعا عام دعاؤں کی قسم کی نہیں ہوتی) اور اس سے کہو اے ہمارے رحمٰن رب! تو نے ان گنت اور بے شمار نعمتیں ہمارے لئے پیدا کیں اور ہمارے عمل کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا کیونکہ وہ پیدائش سے بھی پہلے وجود میں آ چکی تھیں ان اسباب ان نعمتوں سے آج ہم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اٹھا نہیں سکتے ہم اگر تیری رحیمیت کا جلوہ دیکھنے کے قابل نہیں تو اے رحمان خدا! ہمیں اپنی رحمانیت کا جلوہ دکھا۔

ان دو کے علاوہ دو امہات الصفات ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئی ہیں۔ ایک پہلی صفت جو ربوبیت کی صفت ہے اور ایک چوتھی صفت جو مالکیت یوم الدین کی صفت ہے۔

یہ چار صفات ایسی ہیں جن کے جلووں کا تعلق پیدائش عالم سے لے کر جزا سزا کے دن تک پھیلا ہوا ہے ربوبیت کی صفت جلوہ گر ہی اس وقت ہوتی ہے جب پیدائش شروع ہو جائے جب خالق خلق کرتا ہے اور وہ تمام سامان پیدا کرتا ہے کہ اس کی مخلوق ان استعدادوں کو اپنے کمال تک پہنچائیں جو اس نے ان کے اندر رکھی ہیں خصوصاً انسان کے اندر بڑی استعدادیں اور قوتیں اس نے رکھی ہیں اور بڑی طاقتیں اس میں دو یعت کی ہیں تو ربوبیت کا جلوہ پیدائش کے وقت سے شروع ہو گیا۔ کیونکہ ربّ کے معنی ہیں خالق،

پیدا کرنے والا۔ جو بہت سی قوتیں اور استعدادیں بھی ہر چیز میں پیدا کرتا ہے اور درجہ بدرجہ ان کو نشوونما کرتے ہوئے اس چیز کو اپنے کمال تک پہنچا دیتا ہے دنیا کی ہر چیز جو ہے وہ ربوبیت کے اس دور میں گزر رہی ہے مثلاً ہیرا بنتا ہے شائد لاکھوں سال اس پہ گزرتے ہیں تب وہ ہیرے کی شکل اختیار کرتا ہے درجہ بدرجہ اس میں تبدیلیاں ہوتی چلی جاتی ہیں اور وہی مٹی کے ذرات جو آپ لوگوں کی جوتیوں کے تلوے کے نیچے حقیر اور بے قیمت ہوتے ہیں وہی ذرے ہیرے کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

جس درخت کے سائے کے نیچے اس وقت ہم بیٹھے ہیں ایک چھوٹا سا بیج تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیج میں جو طاقتیں اور استعدادیں رکھی تھیں اس کے نشوونما کے اس نے سامان پیدا کئے، بارش برسائی زمین کے ذروں میں ایسی قوتیں پیدا کیں جو اس درخت کی ٹہنیاں اور یہ لمبی لمبی سوئیوں کی طرح کے جو پتے ہیں وہ بن سکیں اگر زمین کے ذروں میں یہ طاقت نہ ہوتی تو درخت یہ شکل اختیار نہ کرتا اور پھر یہ بڑھتے بڑھتے اپنی طاقت کے مطابق اپنی بلندیوں کو پہنچ جائے گا اور اگر انسان اسے نہ کاٹے تب ہی اس کی قوتوں پر فنا آ جائے گی لیکن اس کی نشوونما کے سارے سامان اس کی زندگی کیلئے جو درکار تھے وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیئے اور یہ ربّ ہے اس کے جلوے ہمیں ہر چھوٹی اور بڑی چیز میں نظر آتے ہیں۔

اسلام نے ربّ کا تخیل جو ہمیں دیا ہے وہ یہ نہیں کہ اللہ نے پیدا کیا اور پھر آرام کرنے لگ گیا یا دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا اور پیدائش کے ساتھ جو پہلے کر چکا ہے اس کا ہر وقت زندہ تعلق قائم نہ رہا بلکہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت کی جو صفت ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چھوٹے سے فقرے میں بڑی بنیادی چیز ہمیں بتائی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ربوبیت کا فیضان تمام کائنات کی جان ہے پھر فرماتے ہیں ایک لمحہ کے لئے یہ فیضان منقطع ہو جائے تو تمام عالم نابود ہو جائے تو اس نے پیدا کیا، نشوونما کے سامان پیدا کئے اور ہر وقت ایک زندہ تعلق اپنی مخلوق کے ساتھ اس نے قائم رکھا ہے اگر ربوبیت کا یہ تعلق ایک لحظہ کے لئے بھی منقطع ہو جائے مخلوق کے ساتھ تو وہ قائم نہ رہے جس طرح وہ نیست سے ہست ہوئی تھی ہست سے نیست ہو جائے فنا ہو جائے فوری طور پر۔

تو ربّ کا تعلق ہر وقت ہر آن ہر چیز سے ہے جس کو اُس نے پیدا کیا ہے۔ یہ تعلق انسان کے ساتھ بھی ہے اور انسان کو اس نے بڑی استعدادیں دیں اور اپنے قرب کے لئے اس نے اسے پیدا کیا اور اپنی صفات کا مظہر بننے کی قابلیت اس کے اندر رکھی اور ہم دیکھتے ہیں کہ بنی نوع انسان کو بحیثیت ایک نوع کے

ایک بڑے ہی نچلے درجے سے آہستہ آہستہ اٹھا کر اس نے اس مقام پر پہنچایا کہ جہاں انسان کامل کی پیدائش ممکن ہوسکتی تھی اور انسان کامل کی پیدائش کر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور ایک کامل کتاب آپ کے ذریعہ بنی نوع انسان کو ملی انسانی شعور اور انسانی عقل آپ کے زمانے میں اپنے کمال کو پہنچا اور اس کمال کو قائم رکھنے کے لئے دنیا کی تدبیر، جس طرح اور تدبیریں اس نے کیں، قرآن کریم کی شکل میں انسان کو دی کہ اگر اسی پر انسان غور کرتا رہے اور اس کے احکام کی پیروی کرے تو انسان کی عقل بھی اپنے معراج پر قائم رہے گی اور اس کی روحانیت بھی اپنی رفعتوں سے نیچے نہیں کرے گی۔

ربّ کی جو ربوبیت ہے اس کے جلوے انسان سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور مٹی کے ذرات سے بھی تعلق رکھتے ہیں، ہر مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں اور اس خلق کا عالمین کی پیدائش کا خلاصہ اور لُب جو تھا وہ انسان کامل تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ سے انسان کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی عقل کے معیار کو بھی بلند تر مقام پر رکھ سکتا ہے اور روحانی رفعتوں کو بھی زیادہ سے زیادہ حاصل کرسکتا ہے۔

جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو صحیح طور پر نہ پہچانیں ہم غافل ہو جائیں گے اگر ہم یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی تو ہم سے تعلق رکھتا ہے کبھی ہم سے غافل ہو جاتا ہے تو پھر اس ٹوہ میں وہی رہیں گے ناکہ جو اس کی (نعوذ باللہ) غفلت کا زمانہ ہے اس میں ہم ایسی باتیں بھی کر جائیں جسے وہ پسند نہیں کرتا (العیاذ باللہ) لیکن اس کا تعلق تو ہر آن اور ہر وقت ہم سے ہے دوسری مخلوق سے بھی ہے لیکن انسان سے بھی ہے اور ربوبیت کا یہ تعلق ہی ایک زندہ تعلق ہے جو انسان سے ہے اس نے انسان کے لئے اس بات کو ممکن بنا دیا ہوا اپنی جسمانی اور روحانی بقاء کو حاصل کر سکے اور رفعتوں کو پاسکے یہ تو تھی وہ صفت کہ خلق کے ساتھ ہی اس کے جلوے ہر آن ہمیں نظر آنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے بہترین اور عظیم جلووں کے لئے پیدا کیا ہے یہ دنیا جو ہے وہ مادی دنیا ہے اور خدا تعالیٰ کے جو جلوے یہاں ہمیں نظر آتے ہیں وہ اسباب کے پردہ میں چھپے ہوئے ہیں اس وجہ سے بہت ہیں اندھے آنکھوں کے اور دل کے جو خدائے رحیم کے جلوے دیکھ ہی نہیں سکتے سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے حاصل کرنا ہے اپنے زور، طاقت، مال، اثر، رسوخ، اقتدار یا علم سے حاصل کرنا ہے یہ نہیں جانتے کہ جس خدا نے علم دیا ہے عقل دی ہے وہی خدا جب غضب میں آتا ہے تو عقل وعلم کو جنون سے

بدل دیتا ہے، نہیں سمجھتے کہ جس ہستی نے مال دیا ہے وہ ہستی اتنی قادر وتوانا ہے کہ جب اس کا غصہ انسان خرید لے تو وہ دولت کو فقیری میں بدل دیتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ میری صحت بڑی اچھی ہے اور میں اکیلا ہی سو آدمیوں پر بھاری ہوں اور اپنے جسم کی صحت کے نتیجہ میں وہ تکبر اختیار کرتا ہے وہ نہیں جانتا کہ ایک سکینڈ کے ہزارویں حصہ میں خدا کے قہر کا جلوہ اس پر فالج وارد کرسکتا ہے اور ساری اس کی طاقتیں اور سارا اس کا تکبر اور گھمنڈ خاک میں مل جاتا ہے اور کچھ بھی باقی اس کا نہیں چھوڑتا لیکن چونکہ یہ اسباب کی دنیا ہے انسان بعض دفعہ غفلت برتتا ہے اور خدا تعالیٰ کی رحیمیت کے جلوؤں، اس کی رحمانیت کے جلوؤں کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مادی دنیا ہے اسباب کی دنیا ہے خدا تعالیٰ سے اپنی پوری شان کے ساتھ اس مادی دنیا میں نظر ہی نہیں آسکتے۔ وہ جلوے عدم کو چاہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صفت یہاں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بیان کی۔ یہ صفت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس عالمین کو رب العالمین نے پیدا کیا تھا اس عالمین کو وہ اللہ جو تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور قدرتوں کا مالک ہے ایک وقت میں فنا کردے اور سارے حجاب دور ہو جائیں اور اس کے عظیم جلوے انسان پر ظاہر ہونے لگیں اور اس کو نظر بھی آنے لگیں کوئی حجاب بیچ میں نہ رہے اس کے قہر کے جلوے شقاوتِ عظمیٰ رکھنے والے دیکھیں اور اس کے پیار کے جلوے اور اس کے جمال کے جلوے اور اس کے حسن اور احسان کے جلوے وہ دیکھیں جو سعادت عظمیٰ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے یہ جلوے ہر قسم کے حجاب سے باہر نکل کے اس کے سامنے آئیں۔ اس غرض کے لئے اس نے جزا سزا کا دن رکھا ہے اور ہمیں اس طرف متوجہ کیا کہ اس دنیا کی بھول اور خطا اور نسیان اور غفلت اور گناہ اور عصیان اور خدا سے دوری کی برداشت انسان کو ایک سکینڈ کے لئے بھی نہ کرنا چاہئے۔

اعمال کا نتیجہ اس دن نکلے گا اور وہ نتیجہ کوئی معمولی نہیں وہ نتیجہ اس دن نکلے گا جو جزا سزا کا دن ہے اور تمہارا رب جو رحمان اور رحیم ہے وہ مالک کی حیثیت سے تمہارے سامنے جلوہ گر ہوگا چونکہ وہ مالک کی حیثیت سے جلوہ گر ہوگا تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اے ہمارے ربّ ہمارا تجھ پر یہ حق ہے ہمیں دے کیونکہ جو مالک ہے ہر ایک چیز کا اس پر کسی کا کوئی حق نہیں ہوسکتا عقل بھی اس کو تسلیم نہیں کرتی اور نہ کرسکتی ہے اور چونکہ وہ مالک ہے اس لئے امید بھی دلا دی کہ اگر وہ چاہے تو جتنا چاہے دے دے وہ جتنے گناہ چاہے معاف کردے، وہ جتنا فضل کرنا چاہے فضل کرے لیکن ایک دولت مند امیر

جس کے کارخانے میں ایک ہزار مزدور کام کر رہا ہے یہ مزدور اس سے ڈرتے نہیں کیونکہ کچھ حقوق ہیں ان کے کچھ ایسے حقوق ہیں جو مالک نے تسلیم کئے ہیں کچھ ایسے حقوق ہیں جو دنیا تسلیم کرتی ہے اور حق دلواتی ہے کچھ ایسے حقوق ہیں جو حکومتیں دلواتی ہیں کچھ ایسے حقوق ہیں جو حکومتوں کا تختہ الٹ کے حاصل کر لئے جاتے ہیں یہ دنیا ایسی ہے لیکن وہاں تو اس طرح نہیں ہوگا مالک کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا کوئی شخص کھڑے ہو کر یہ نہیں کہہ سکتا نہ یہاں نہ وہاں لیکن وہاں تو اس کے جلوے اس قدر عظمت اور جلال اور شان کے ساتھ ظاہر ہوں گے کہ کسی شخص کو یہ جرأت ہی نہ ہو سکے گی کہ وہ سمجھے کہ میرا کوئی حق ہے جو مجھے ملنا چاہئے۔ حق کوئی نہیں کسی کا جس نے پیدا کیا سارے حقوق اسی کے ہیں جو ہمارا رب ہے جس کی رحمانیت کے ہم نے جلوے دیکھے ہیں جس کی رحیمیت کے پیار کو ہم نے محسوس کیا ہے جب اس کے سامنے ہم جائیں گے تو ہماری روح پکار رہی ہوگی کہ اے ہمارے رب ہمارا تجھ پر کوئی حق نہیں لیکن ہم تیرے فضل اور تیری رحمت کے بھکاری ہیں ہم اس کی صدا دیتے ہیں کہ اپنے فضل اور رحمت سے ہمیں نواز ہماری غفلتوں کو نظر انداز کر دے تو مالک ہے اگر ہم نے تیرا گناہ کیا اگر ہم نے کچھ خطائیں کی ہیں اگر ہم نے تیری دنیا میں وہ کیا جو تو ناپسند کرتا تھا تو آج اس دنیا میں مالک کی حیثیت سے ہمیں معاف کر دے مالک کا جلوہ جو ہے وہ حقیقی معنی میں حقیقی رنگ میں اس دنیا میں نظر نہیں آتا کیونکہ یہ پردے کی دنیا ہے اس لئے ضروری تھا کہ جزا سزا کا دن مقرر کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے کامل اور مکمل اور اصفیٰ جلوے کسی قسم کی کدورت کے بغیر وہ ہم پر ظاہر ہوتے ہیں اور پھر ہمیں وہ لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے جو اس دنیا میں حاصل ہونا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ یہاں ہے اسباب کی دنیا جلوے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں۔

انسانِ ناقص اس دنیا کا جو ہے جس طرح نہایت کالے شیشوں والی عینک لگا کے سورج کی روشنی کا دسواں یا بیسواں حصہ نظر آتا ہے اسی طرح یہ اسباب آگے جو مادی دنیا میں سامان ہیں ان کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوؤں کے انوار کا دسواں یا بیسواں یا چالیسواں یا پچاسواں یا سواں یا ہزارواں حصہ جتنی جتنی کسی نے زیادہ سیاہی والی عینک لگائی ہوئی ہے انسان دیکھتا ہے جو خدا تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں وہ دوسروں کی نسبت زیادہ صاف جلوے دیکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں لیکن جو نظارے خدا تعالیٰ کی صفات کے وہ مشاہدہ کرتے ہیں وہ نظارے بھی یوم جزا، حشر کے دن کے جو صفات باری کے جلوے ہوں گے ان کے مقابلہ میں بہت کم درجہ کے ہیں۔

لیکن بہر حال اس کی ایک جھلک ان مقربین الٰہی کو نظر آ جاتی ہے لیکن عوام کو تو کچھ بھی نظر نہیں آتا تو وہ غفلت میں بھٹکتے ہیں لیکن ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اگر تم جزا سزا کے دن اللہ تعالیٰ کے قہر سے بچنا چاہتے ہو اور اگر تم اس کے پیار اور اس کی محبت سے زیادہ حصہ لینا چاہتے ہو تو اس بات کو یاد رکھو کہ تمہارا خدا مَـالِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہے وہ ایک مالک کی حیثیت سے جس کے خزانے لامحدود ہیں غیر محدود جزا دے تو اس کو کوئی یہ نہیں کہنے والا کہ تم نے انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا کیونکہ انصاف کا تقاضہ تو وہاں پیدا ہوتا ہے کہ جو مال دیا جائے وہ کسی اور کا ہو مثلاً اگر ایک جج فیصلہ یہ دے کہ زید نے بکر کا نقصان تو سو روپیہ کا کیا تھا لیکن میں اپنی طرف سے اس کا دس ہزار روپیہ زید کے مال میں سے دیتا ہوں تو ناانصافی کرنے والا ہے لیکن اگر مالک ہو خود مثلاً اس دنیا میں بڑی ناقص مثال ہے لیکن سمجھانے کے لئے وہی مثال دی جاسکتی ہے کہ آپ کا ایک نوکر ہے وہ سو روپیہ تنخواہ پر مقرر ہے ایک دن وہ اس کو بلا کر کہتا ہے کہ تنخواہ تو تمہاری سو روپیہ ہے لیکن میں اپنی طرف سے اپنے مال میں سے تمہیں سارے سال کی گندم دے دیتا ہوں یا ہزار روپیہ انعام دے دیتا ہوں کیونکہ تمہاری لڑکی کی شادی ہونے والی ہے تو کوئی شخص نہیں کہے گا کہ بڑا ظلم کرنے والا ہے اور غیر منصف ہے یہ مالک۔ تو اللہ تعالیٰ کے چونکہ خزانوں کی کوئی انتہاء نہیں وہ غیر محدود ہیں اس واسطے بحیثیت مالک اگر وہ ابدی جنتیں انعام میں دے تو کسی کا حق نہیں مارا گیا اس نے بحیثیت مالک ہمیں دیا لیکن خوف اور قلق بھی بڑا دل میں پیدا ہوتا ہے جب انسان یہ سوچتا ہے کہ جب ہمارا کچھ ہے ہی نہیں اور ہمارا کوئی حق نہیں بنتا تو اس کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ ہم نے اپنی طرف سے جو نیکیاں کیں خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے جو اعمال صالحہ بجا لائے وہ بھی دراصل ہماری نیکیاں اور ہمارے اعمال صالحہ نہیں کیونکہ ان نیکیوں کے کرنے کی طاقت صدقہ وخیرات جو ہم نے دیا اس مال کی ملکیت تو ربّ کی تھی ہمارا تو نہیں تھا کچھ بھی تو انسان خود کو فی الحقیقت بالکل تہی دست پاتا ہے جب مالک یوم الدین کی صفت سامنے آتی ہے اور اس وقت اس کے دل میں یہ احساس پختہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے بغیر نہ مغفرت کا حصول ممکن نہ ابدی جنتوں اور اس کی رضا کا حصول ممکن ہے تو یہ تہی دست ہونے کا احساس اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے مَـالِكِ يَوْمِ الدِّيْن کی صفت انتہا ہے ان چاروں اُمہات الصّفات کی، پیدا کیا، ترقی دی، نشو ونما کے سامان پیدا کئے اس دنیا میں بے شمار، اَن گنت جیسا کہ خود قرآن نے دعویٰ کیا ہے اور ایک عقلمند اس کو صحیح سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اَن گنت نعمتیں اس نے عطا

گیں اور جسمانی لحاظ سے اور ذہنی لحاظ سے اور اخلاقی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے رفعتوں پر پہنچتا چلا گیا لیکن بسب انسان جو حقیقتاً اپنے ربّ کی اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کر لیتا ہے جب اس مقام پر پہنچا کہ اُس نے سمجھا کہ میں نے انتہائی رفعت کو پالیا اس وقت اُس کے سامنے اُس کا مالک آ جاتا ہے یعنی خدا جو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اور اُس کو یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اسی کا سہارا تھا اُس نے سہارا دیا اور بلندیوں پر لے گیا اپنے نفس کو دیکھتا ہوں تو خالی ہاتھ پاتا ہوں تب ایک انتہائی خوف اور قلق دل میں پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنے ربّ کے حضور جھکتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا کسی نیکی کا، کسی بزرگی کا، کسی پاکیزگی کا میں دعویدار نہیں ہوں لیکن اے میرے پیارے تو مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اس واسطے مالک کی حیثیت سے مجھ پر اپنی رحمت کو نازل کر اُس دن جس دن تو سب دنیا کو اکٹھا کرے گا اور تیرا فیصلہ حق کا فیصلہ ہوگا۔

خدا کرے کہ ہم اُس کی صفات کو ہمیشہ پہنچانتے رہیں اور معرفت کے مقام پر رہیں اور اس کی ربوبیت اور رحمانیت اور اُس کی رحیمیت سے جس طرح ہم اِس دنیا میں فائدہ حاصل کر رہے ہیں اِسی طرح تہی دست ہونے کے باوجود اس کی صفت مالکیت یوم الدین کے پیارے جلوے حشر کے دن ہمیں دیکھنے نصیب ہو اور یہ اُسی کے فضل سے ہو سکتا ہے۔

(الفضل ۵؍اگست ۱۹۷۴ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆